پرامن معاشرے میں تعلیم کا کردار

تنویر ہماانصاری*

ABSTRACT

Education play main role in modern ssociety and main purpose of education is to create a society characterized by holiness and reconciliation so that society is filled with a spirit of sympathy, sadness and good will. In no time has the usefulness of education and its spirituality been devalued. Education is recognized as a symbol of the greatness the living nations and civilized society.

Educated society reflects patience humble, grateful, fear and the most important habit such as determination and become an integral part of life. Even the educated society is considered to be a true pioneer of courage and human values. Education plays a positive role in empowering the weakest society.

On the other hand educated people can think of the happiness and the well-being of humanity due to the light knowledge and their sincere efforts when working in this society so of course this will directly benefit those who are weak and ignorant in the society and the key to maximizing humanity.

The light of education should also go to homes that are deprived of wealth and helplessness.

It also means abiding by the law showing respect to women and helping the weak. Controlling bad temper and language being polite and following proper etiquette in a gathering is also part of good social behavior. In short good social behavior is living decently, peacefully, and with dignity among others without hurting or disturbing them.

Good social behavior helps us live amicably in our society. It promotes good will and understanding among people and cultivates a clean, healthy environment for all citizens.

Key Words: Education, peaceful society, confidence, knowledge.

---

*ریسرچ اسکالر، جامعہ سندھ، جام شورو

پرامن معاشرے میں تعلیمات کا کردار:

کسی بھی دور میں تعلیم کی افادیت اور اس کی روحانی ضرورت سے منہ موڑا نہیں جا سکتا۔ تعلیم کو زندہ قوموں اور مہذب سماج کی بالادستی اس کی عظمت کی علامت گردانا جاتا ہے۔ تعلیم یافتہ معاشرے کی پہچان صبر، انکساری شکر گزاری، خوف خدااور عزم واستقلال جیسی اہم ترین عادات زندگی کا جزولاینفک بن جاتی ہیں۔ حتی کہ تعلیم یافتہ سماج باحوصلہ، بلند ہمت اور انسانی اقدار کا سچا علمبر دار مانا جاتاہے۔اسی کے ساتھ یہ بھی کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کمزور ترین سماج کو طاقتور بنانے میں مثبت کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ پاکیزہ اور صلح افکار سے متصف معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئے تاکہ سماج ہمدردی، غمگساری اور خیر سگالی کے جذبہ سے معمور ہو۔ادہر تعلیم یافتہ افراد نور علم اور اپنی سنجیدہ کاوشوں کی بدولت نوع انسانیت کی سعادت و کامرانی کی فکر کر سکیں جب معاشرے میں اس نوعیت سے محنت کی جائے تو یقینا براہ راست اس کا فائدہ اہل علم کو ہونے کے ساتھ ساتھ سماج کے دبلے کچلے اور علم سے محروم افراد کو بھی ہوگا، اور اس صداقت سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم کے حصول کا جو ثمرہ ہے وہ یہی کہ بشریت کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو تعلیم کی روشنی ان گھروں تک بھی جائے جو لاچاری مجبوری اور ناداری کیوجہ سے دولت علم سے محروم ہیں۔

اہمیت:

علم ایک ایسی دولت ہے جس میں جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور انسان کے دل ودماغ آگہی سے واقف ہوتا ہے۔ یہ وہ قیمتی خزانہ ہے جس سے معاشرے کا ہر فرد مستفید ہوتا ہے۔اور انسان کی مکمل تکمیل کا خزانہ ہے ۔علم کے ذریعہ سے انسان کی شخصیت اور روحانیت کے منازل طے کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد ایک بہترین تہذیب و تمدن اور مہذب معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔ تعلیم سے ہی ہم اپنے علمی ورثہ اور اپنے تہذیبی و ثقافتی زیور اور اعلیٰ اقدار کو سنبھال کر اس سے مستفید ہو سکتے ہیں بلکہ ان کا تنقیدی جائزہ لے کر ماحول کے مطابق اس میں تعمیر نو کا رنگ بھر سکتے ہیں۔ تعلیم ہر انسان کی ضرورت ہے، مرد ہو یا عورت کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ تعلیم و تربیت کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ انسانی شخصیت کو اعلیٰ کردار کی چوٹی تک پہنچایا جائے۔اسلام نے انسان کی اس عظمت کی

وجہ سے یہ تعلیم دی ہے کہ ہر انسان ایک دوسرے کی عزت و تکریم کرے اور محبت سے پیش آئے۔

تعلیم کا سب سے پہلا مقصد خود اپنی ذات کی تشکیل ہے اور اپنی صلاحیتوں کا نشو و نما اور ارتقاء ہے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ کے سامنے زندگی کے اصول اور قانون وضوابط نہ ہوں جس کے لیے آپ پورے کے پورے وقف ہوں جو فکر و خیال کا مرکز اور تگ ودو کا محور ہو۔ پھر یہ مقصد جتنا اعلیٰ اور آپ کی فطرت سے ہم آہنگ ہو گا اتنا ہی آپ کا ارتقاء ہو گا اور جتنی ہی یکسوئی اور والہانہ سپردگی کے ساتھ آپ اس مقصد کو اختیار کریں گے اتنی ہی قریب اور ممکن المحصول آپ کی منزل ہو گی۔ زندگی میں قیمت اور وزن کسی مقصد کو اختیار کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ورنہ مقصد زندگی کے بغیر انسان ایک ایسی مشت خاک ہے جس کو ہر آنے جانے والا قافلہ اپنے پاؤں تلے روندتا چلا جاتا ہے۔[1]

انسانی حیات کا ایک دوسرا دائرہ ہے جس کا تعلق مادی کائنات سے ماوراء یعنی مابعد الطبیعاتی حقائق کے ساتھ ہے جس میں کائنات حیات انسانی کا آغاز، مقاصد تخلیق اور انجام کار کی گھتی کو سلجھانا ہے تاکہ حیات انسانی اپنی حقیقی منازل کی جانب گامزن ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان انتہائی بنیادی اور ضروری مابعد الطبیعاتی امور کے سلسلے میں رشد وہدایت کا سلسلہ انبیاء کی بعثت کی صورت میں روز اول سے جارہ وساری فرمایا جس کی آخری کڑی اور نقطہ کمال آپ ﷺ کی آمد باسعادت ہے۔

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم ايتک و يعلمهم الكتب والحكمة ويزكيهم انک انت العزيز الحكيم[2]

ترجمہ: اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمہ امت پر ایک عظیم احسان یہ کیا ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سلسلہ رسل (علیہم السلام) کے آخری اور عظیم الشان نمائندہ جناب رسول اللہ

ﷺ کی بعثت مبارکہ انسانیت کے لئے اپنا احسان عظیم گردانا ہے۔

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانو من قبل لفى ضلل مبين[3]

ترجمہ: اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے۔ جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

تہذیب جماعت کی ترقی میں ابن خلدون تعلیمی جدوجہد کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ علم و دانش تشکیک ارتیاب اور تحقیق سے ذہن انسانی "معاشرت و ثقافت اور روحانی زندگی میں وہی وحدت پیدا ہوتی ہے جو توحید کا مقتضائے اصلی ہے۔ تعلیم ہی سے عرفان ذات "خدا کا عرفان اور منشائے حیات اور اس کی بلند تر نصب العین اور غایت الغایات کا علم ہوتا ہے۔ تعلیم کا مسئلہ ابن خلدون کے مباحث دوگانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک تو اس کا مذہبی اور ثقافتی مسلک اور دوسرے بحیثیت علم اس جہت میں اس نے متنوعہ اور مختلف اضافہ عمرانیات میں ایک نئے شعبے علمیہ یعنی عمرانیات تعلیم کا اضافہ کیا ہے۔ عمرانیات تعلیم کے نقطہ نظر سے بھی ابن خلدون کا تصور اس معنوی وحدت کا آئینہ دار ہے جو نتیجہ ہے اس کی ثقافت ذہنیت کا کہ جس کے ہر بن مو میں توحید موجزن ہے۔ اس کا اصرار ہے تعلیم مذہب کے ساتھ وابستہ ہو کر اتحاد استحکام اور ترقی کی راہ ہموار کر سکتی ہے اس کے نزدیک معاشرتی اور ثقافتی جدوجہد کی منظم صورت کا اظہار تعلیمی قوتوں کے ذریعے ممکن ہے۔ اسی خیال کو دیہی اور شہری عمرانیات بدوی اور حضری زندگی کے مسائل کے سوا عروج و زوال کے نظریے میں دہراتا ہے۔ تعلیمی جمود معاشرے کی بربادی اور اس کا عام چرچا اس کی ترقی کا موجب ہوتا ہے اسلامی معاشرے کے زوال کے منجملہ اسباب میں وہ تعلیم کے انحطاط پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ تعلیم کا انحطاط کا نتیجہ ہے عقیدے اور مذہب کے انحطاط ان سے بے تعلقی کا۔[4]

مختصر تاریخ: کسی بھی معاشرے کے نظریہ حیات اور فلسفیانہ تصورات سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ ہر قوم اپنے مقاصد کا تعین اپنے ملک کے تاریخی سیاسی معاشی اور معاشرتی پس منظر میں کرتی ہے۔ انسان میں تبدیلی کے ارادے کا تعلق زندگی بسر کرنے کا ارادہ سے وابستہ ہے، انسان اپنی عقل و فکر کے بل بوتے پر خود اپنی زندگی کی تعمیر و تشکیل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیزوں (کے استعمال) اور لوگوں سے معاملات میں صحیح انداز اختیار کرے۔

عروج وزوال کا نظریہ جس کی توضیح میں قرآنی تصور کماحقہ حاوی ومحیط ہے۔ابن خلدون نے کیاخوب کہاہے کہ جب کسی جماعت میں زندگی اور کائنات کے حقائق سے فائدہ اٹھانے کا ملکہ اور جذبہ باقی نہ رہے تو اس کا تنزل شروع ہو جاتاہے۔

معاشرتی زندگی کے تعمیری اجزاء میں ایک جز ابن خلدون کی تحقیق کی رو سے اتحاد عمل بھی ہے۔افراد کے خیالات اور ارادوں کی ہم آہنگی سے جماعتی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔معاشرتی اشتراک عمل کا سب سے اہم اور سب سے اعلیٰ تصور انہی عوامل میں پوشیدہ اور انہی پر منحصر اور موقوف ہے۔ابن خلدون کے نقطہ نظر کے مطابق مختلف جماعتوں اور ادارات کی یکجائی کا ہے۔یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مختلف جماعتوں اور ادارات میں اتحاد نہ پیدا ہو جائے اگر ان کے وجود سے پراگندگی اور معاشرتی انتشار پیدا ہو جائے تو نہ صرف زندگی بلکہ تمام معاشرے کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی۔[5]

اسلامی معاشرہ ایک مخصوص عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر قائم دائم ہے جو اس کے تمام ادارے قوانین اور اخلاقی اقدار کا مصدر و منبع ہے۔یہ نظریہ اسلام ہے اور اسی پر مبنی ہونے کے باعث یہ معاشرہ کہلانے کا مستحق بنتا ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو اسلام کو اپنے منہج حیات، دستور حکومت، قانون سازی اور زندگی کے تمام شعبوں اور انفرادی و اجتماعی، مادی و غیر مادی، مقامی و بین الاقوامی تعلقات کے سرچشمے کو طور پر اپنا چکا ہو۔

معاشرہ میں کچھ رسوم ورواج اور روایات ہوا کرتی ہیں۔جن روایات واقدار کو معاشرہ قبول کرتا ہے وہ مثبت اور اخلاقی اقدار کہلاتی ہیں اور جن اقدار کو معاشرہ مسترد کرتا ہے وہ منفی یا غیر اخلاقی اقدار کہلاتی ہیں۔ مذاہب عالم عمومی طور پر اخلاقی اقدار کا بنیادی سرچشمہ ہوا کرتی ہیں اور انھیں سے اخلاقی حقوق متعین ہوتے ہیں۔اخلاقی حقوق چونکہ رضاکارانہ نوعیت کے ہوتے ہیں اور انھیں حکومت، انتظامیہ یا عدالتوں کے ذریعہ سے نافذ نہیں کیا جاتا۔البتہ انسان کا اپنا ضمیر اور معاشرہ کا دباؤ اخلاق حقوق کے نفاذ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اخلاقی حقوق کے حوالہ سے اسلام کا نقطہ نظر انفرادیت کا حامل ہے۔قرآن مجید اور احادیث نبوی میں اخلاقی تعلیمات کو پوری جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔مسلمانوں کی تہذیب کا پہلا عنصر دینی عقائد اسلامی اصول زندگی

اور اخلاقیات ہے۔ مگر اسلام تزکیہ نفس کی تہذیب و تربیت اس انداز سے کرتا ہے کہ اخلاقی حس بیدار ہو کر انسان کو اخلاقی حقوق و فرائض کی بجاآوری کے لیے آمادہ کرتی ہے۔مزید برآں اسلام اس عقیدہ و نظریہ کو انسانی قلوب واذہان میں راسخ کرتا ہے کہ انسان کی دنیاوی زندگی آخرت کی کھیتی اور امتحان گاہ ہے، جو کچھ انسان یہاں بوئے گا اسی کی فصل آخرت میں کاٹے گا اور اس دنیا کے تمام تر اعمال کے لیے حیات بعد الموت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہونا ہو گا۔[6]

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره[7]

ترجمہ: پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرا برابری کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اسلامی معاشرے کی خصوصیات:

اللہ کی ہستی کا یقین اور اس کے ہر وقت موجود ہونے کا خیال عقیدہ توحید (جیسا کہ انبیاء نے تعلیم دی۔اس کی مکمل تشریح قرآن میں پائی جاتی ہے۔ بعد کے تمام انبیاء حضرات ابراہیم کی نسل ہی سے تھے) شرافت اور مساوات انسانی کا اضطراری و دائمی تصور جو کسی مسلمان کے ذہن سے جدا نہیں ہوتا۔ یہ وہ امتیازی خصوصیتیں ہیں جنہوں نے ابراہیمی تہذیب کو دنیا کی دوسری تہذیبوں کے مقابلہ میں ایک نئی صورت بخشی ہے۔ یہ خصوصیتیں اتنے روشن اور نمایاں طریقہ پر کسی اور تہذیب میں نہیں پائی جاتی۔[8]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سب انسان ایک قوم ہیں سب کے حقوق ایک جیسے ہیں تو ان میں جھگڑا کیسا۔ یہ برابری کی خصوصیت ہی مسلمانوں کو سب سے الگ کرتی ہیں، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا[9]

ترجمہ: اور سب لوگ ایک ہی قوم ہیں اور وہ باہم جھگڑتے ہیں۔

عملی اتحاد کی بنیاد: تمام تفریقات امتیازات کو مٹانے کے لئے سب سے پہلی بنیاد مسجد ہے، جہاں پانچ وقت مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ جہاں غریب امیر کے ساتھ، خادم آقا کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے۔ حج کی عبادت کا بھی ایک عظیم مقصد جاہلیت کے امتیازات کو مٹانا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریمؐ نے وحدت نسل انسانی کے

پیغام کو دہرایا ہے۔

وحدت فکر انسانی: نسل انسانی میں مسلمانوں کے افکار و خیالات و مقاصد میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اسلام کے اہم تقاضوں میں سے ہے اسلام نے نسل انسانی کو وحدت فکر کے ایسے واضح کیے ہیں جن کی پابندی انتشار فکر سے محفوظ رکھتی ہے۔ اسلام غور و فکر کی دعوت دیتا ہے بلکہ یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ اپنی عقل سے کام لو اس لیے راہنمائی کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔

ان کی پابندی لازمی ہے وہ اصول قران مجید میں بیان کر دیے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہدایت للناس اور ہدایت للمتقین کہا ہے۔ وحدت فکر انسانی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اوتو االکتب الا من بعد ما جاءَھم العلم بغیا بینھم[10]

ترجمہ: دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص اللہ کی آیتوں کو نہ مانے تو اللہ جلد حساب لینے والا (اور سزا دینے والا) ہے۔

ان آیتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم صرف قرآن مجید کے اصولوں کے ہی داعی تھے لیکن ان کے ماننے والے ان اصولوں کو چھوڑ کر اپنی اغراض اور خواہشات کے پیچھے دوڑ پڑے۔

نیکی کا فروغ اور برائی کا انسداد: اسلام معاشرہ کے لیے ایک ایسا ضابطہ اخلاق مقرر کرتا ہے جس سے کسی کو بھی تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ صرف اس ضابطہ اخلاق کو خود اپنانا ہی لازمی قرار نہیں دیتا بلکہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ جو شخص اس سے انحراف کرنے کی طرف مائل ہو اس کو روکا جائے تاکہ معاشرہ میں نظم وضبط پیدا ہو۔ کیونکہ اس کے بغیر معاشرہ میں فساد اور بگاڑ ہو جاتا ہے۔[11]

ارشاد الٰہی ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[12]

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله[13]

ترجمہ :(مؤمنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔

آپ ﷺ کے معمولات میں تعلیم کو ترجیح اول حاصل رہی ہے۔ آپ ﷺ نے عظیم الشان انقلاب کی بنیاد تعلیم پر رکھی۔ "اقرأ" سے آپ ﷺ نے تعلیم کا آغاز فرمایا۔ آپ ﷺ کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں تئیس (23) سال کے اندر ریاست مدینہ میں خواندگی کی شرح اسی فی صد (80٪) سے تجاوز کر گئی۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ نے صحابہ میں غور و فکر اور تحقیق کا ایسا ذوق پیدا فرمایا کہ ان میں ایک ایسی ٹیم تیار ہو گئی جسے اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں پر درجہ اختصاص حاصل ہو گیا۔

آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد: آنحضور ﷺ آج سے چودہ سو سال پہلے جزیرۃ العرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ کہ امی لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا کیونکہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ وہ لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے تھے۔ زبانی روایات اور حافظہ کے ذریعے ہی وہ اپنے علمی اثاثے کو محفوظ کرتے تھے۔ (سوائے مستثنیات کے)

ایسے عالم میں آنحضور ﷺ نے ایک علمی تحریک کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے مکہ میں دار ارقم کو مرکز تعلیم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا تھا آپ ﷺ دار ارقم میں صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے اور اس کی تشریح بھی فرماتے تھے۔

مدینہ پہنچ کر آپ نے باقاعدہ صفہ کے نام سے ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ اس طرح غیر رسمی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے رسمی تعلیمات کا بھی اہتمام فرمایا۔ آپ ﷺ نے علم کے حصول 'اس کی اشاعت 'ترسیل اور استحکام کے لئے زبردست تحریک چلائی۔ اور ہر ایک شخص کے لئے علم کی راہیں آسان بنائیں۔

1۔ حصول علم کی ذمہ داری : آپ ﷺ نے مرد و زن پر علم کا حصول لازمی قرار دے دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة۔[14]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ آپ ﷺ نے طلب علم کے لئے عمر کی شرط ختم

کر دی۔

2۔ **سر براہان کنبہ کی ذمہ داری:** آپ ﷺ نے سر براہان کنبہ کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ اپنی بیوی بچوں کو بھی علم سکھائیں ورنہ ان سے اس کے بارے میں محشر کے دن سوال ہو گا۔۔ آپؐ نے فرمایا:

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته۔[15]

تم میں سے ہر شخص رعایا کا (نگہبان) ہے اور ہر ایک سے رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

امام بخاریؒ نے حضرت مالک بن الحویرث کا واقعہ بیان کیا کہ وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ آپؐ کے پاس بیس دن ٹھہرے۔ جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؐ نے بخوشی اجازت دے دی اور ساتھ ہی فرمایا:[16]

اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ، انہیں علم سکھاؤ اور (علم) سیکھنے کا حکم دو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اس طرح نماز پڑھو۔[17]

(3) **پڑوسیوں کی ذمہ داری:** گھر میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد آپؐ نے آس پاس کے لوگوں پر توجہ دی۔ آپؐ نے پڑھے لکھے لوگوں کی ذمہ داری لگائی کہ وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو تعلیم دیں ورنہ انہیں دنیا ہی میں سزا دی جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا:

ما بال أقوام لا يفقهون جيرانهم ولا يعلمونهم ولا يفطنونهم ولا يأمرونهم ولا ينهونهم ۔[18]

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے لوگوں کو (پڑوسیوں) کو نہ دین علم کی تعلیم دیتے ہیں نہ فقہ کی تعلیم دیتے ہیں نہ وعظ کرتے ہیں، نہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں۔

(4) **نشر علم کے لئے ایک جماعت کا قیام:** علاوہ ازیں آپؐ نے امت مسلمہ میں سے ایک گروہ کی با قاعدہ ذمہ داری لگائی کہ وہ ہر وقت لوگوں کو تعلیم دیتا رہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

وما كان المومنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون[19]

ترجمہ: اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان

سے ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے۔

(5) **نسل نو کے لئے تعلیم کا انتظام:** آپ نے نسل نو کی تعلیم کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ والدین سے کہا گیا کہ وہ اپنی اولاد کو زیور علم سے آراستہ کرنے کا اہتمام کریں۔[20]

آپ ﷺ نے فرمایا: أکرموا أولادکم فأحسنوا أدبھم۔[21] مفہوم: اپنی اولاد کو بہترین آداب سکھائیں اور ان کی عزت کرنا سیکھیں۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

آج کل امن وامان کا بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ اور سب کو اپنے جسم و جان، خاندان اور عزت و آبرو کی سلامتی سب کو عزیز ہے۔ امن کا آرزو مند ہو ناانسان کی فطرت میں داخل ہے، اس لئے ہر وجود امن اور سلامتی چاہتا ہے کیونکہ امن و سلامتی معاشرہ، افراد، اقوام اور ملکوں کی ترقی و کمال کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اسی طرح اگر تمام اسلامی عبادات اور معاملات سے لے کر آئین اور قوانین سیاست و حکومت تک کا بغور جائزہ لیا جائے تو ان تمام چیزوں سے امن و سلامتی اور صلح وآشتی کا عکس جھلکتا ہے جو اسلام کا مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نہ صرف امن کا حامی اور دعویدار ہے بلکہ قیام امن کو ہر حال یقینی بنانے کی تاکید بھی کرتا ہے۔

نتائج:

1۔ قانونی نظام کے ساتھ ایک بڑا تعلق ملک کے تعلیمی نظام کا ہے۔ اگر نظام تعلیم افراد قوم کو مسلمان بنانے والا نہ ہو تو محض قانونی نظام کے نفاذ سے اسلامی معاشرے کی تشکیل کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی معاملہ ملک کے معاشی نظام کا ہے۔ اگر اسے صحیح اسلامی خطوط پر استوار نہ کیا تو اس صورت میں محض قانونی نظام کی اصلاح مفید اور مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری پوری معاشرتی زندگی، اسلام کے مطابق ہو۔ ہماری حکومت کی نمایاں پالیسیاں اسلام کے مطابق ہوں اور حکومت کے سارے معاملات صحیح اسلامی خطوط پر انجام پائیں۔

2۔ تعلیم کے حصول کا حق بلا تفریق مذہب و ملت سب کا ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کسی بھی انسان کے ساتھ تعلیم کا رویہ میں بھید بھاؤ نہیں برتنا چاہئے، لہٰذا ہماری مرکز اور ریاستی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے تمام باشندوں کے لئے یکساں تعلیم کے فروغ میں معتدل و متوازن نہیں ہے تو وہ ملک فوز و فلاح کے حصول سے عاری

رہے گا کیونکہ کسی بھی معاشرے کی ترقی کا راز اس میں ہے کہ ان کے ساتھ یکساں رویہ اختیار کیا جانا چاہئے اونچ نیچ اور بھید بھائو کی سیاست سماج میں ابتری اور بے راہ روی کو فروغ دیتی ہے جس کے سبب معاشرہ کا امن تباہ ہو جاتا ہے اور معاشی اعتبار سے بھی ایسے معاشرہ کو کمزور تصور کیا جاتا ہے نتیجا سماج کی یکجہتی ختم ہو جاتی ہے اور نفرت انتشار، ضم عدولی جیسے جرائم کا ان پڑھ معاشرہ شکار ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے جو منفی نتائج بر آمد ہوتے ہیں وہ انتہائی ضرر رساں ثابت ہونگے نیز ان منفی افکار و نظریات کی زد میں پوری انسانیت کے آنے کا خطرہ بنا رہے گا جن کا کسی بھی پر امن معاشرے کے لئے تحمل کرنا ممکن نہیں۔ جب تعلیم یافتہ طبقہ ان کی حسرتوں آرزؤں اور تمناؤں کی قدر کریگا تو پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ سماج میں کوئی گھر خاندان اور فرد و بشر اپنی بے بسی کا شکوہ نہ کرے گا اور پھر پورا سماج تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو جائے گا۔

حوالہ جات

1. خرم جاہ مراد، احیائے اسلام اور معلم، اشاعت اول، اپریل، 1981، سلیم منصور خالد، میٹرو پرنٹر لاہور، ص-11
2. سورۃ البقرہ، آیت نمبر- 129
3. سورۃ العمران، آیت نمبر- 164
4. ابن خلدون ص- 69
5. ابن خلدون، ایضا، ص_70
6. محمد اشرف، اسلام اور بنیادی انسانی حقوق، ناشر پنجاب یونیورسٹی پریس لاہور، طبع اول 2013ء، ص-125
7. سورۃ زلزال، 99: 7:8
8. ندوی، سید ابوالحسن، اسلامی تہذیب و ثقافت، ناشر، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، تاریخ اشاعت، 2005ء، ص- 40،41
9. یونس- 19:10
10. آل عمران- آیت، نمبر 19:3
11. چیمہ، غلام رسول، اسلام کا عمرانی نظام، ناشر، گل فراز احمد علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور، اشاعت سال 2004ء، ص- 36 سے 37
12. المائدہ- 2:5
13. آل عمران، آیت نمبر، 110:3
14. ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ، جلد اول، ص-81

15. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح بروایت عبداللہ بن عمر

16. رب نواز، آنحضور ص کی تعلیمی جدوجہد، اشاعت 2001ء، ادارہ تحقیق، 3- بہاول شیر روڈ ، مزنگ ، میٹروپرنٹر لاھور، ص- 14

17. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح کتاب الادب

18. الفاسی، محمد بن سلیمان جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد جلد اول

19. سورۃ التوبۃ، آیت نمبر 122

20. رب نواز، آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد، ص- 26

21. ابن ماجہ، محمد بن یزید، الامام، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب